نفقۂ مطلّقہ

سرکاری بل کا جائزہ اور مسئلہ کا حل

(۲)

مولانا محمد عبداللہ سلیم استاذ دارالعلوم دیوبند

تفصیل مسلک و دلائل نسخ | روح المعانی کی درج ذیل تفسیری عبارت سے ان امور کی مزید وضاحت ہو جاتی ہے۔ علامہ محمود آلوسیؒ تحریر فرماتے ہیں۔

والمعنى يجب على الذين يتوفون ان يوصوا قبل ان يحتضروا لازواجهم بان يمتعن بعدهم حولا بالنفقة والسكنى وكان ذلك على الصحيح في اول الاسلام ثم نسخت المدة بقوله تعالى اربعة اشهر وعشرا وهو وان كان متقدما في التلاوة فهو متاخر في النزول وكذا النفقة بتوريثهن الربع او الثمن واختلف في سقوط السكنى وعدمه والذي عليه ساداتنا الحنفية الاول وحجتهم ان مال الزوج صار ميراثا

اور آیت کے معنی یہ ہیں کہ وفات پانے والوں کے لئے واجب ہے کہ وہ اپنی وفات سے پہلے اپنی بیویوں کے لئے اس بات کی وصیت کر دیا کریں کہ وہ ان کے بعد سال بھر نفقہ اور سکنیٰ سے فائدہ اٹھاتی رہیں صحیح روایت کے مطابق یہ ہدایت اسلام کے ابتدائی دور میں تھی، پھر سال بھر کی مدت کو ارشاد خداوندی اربعۃ اشہر وعشرا (چار ماہ دس دن) نے منسوخ کر دیا اور یہ آیت ناسخ اگرچہ تلاوت کی ترتیب میں مقدم ہے لیکن نزول ترتیب کے اعتبار سے موخر ہے ایسا ہی وہ نفقہ کا حکم [illegible]

للوارث وانقطع ملكه بالموت ۔ وذهب
الشافعية الى الثاني لقوله صلى الله تعالى
عليه وسلم امكثي في بيتك حتى يبلغ الكتاب
اجله الخ
(روح المعانی ص۱۵۹ جزء۲)

چوتھائی حصہ کے مقرر ہو جانے کی وجہ سے منسوخ ہو گیا
البتہ سکنیٰ کے سقوط اور عدم سقوط میں اختلاف ہوا،
حنفیہ کے نزدیک سکنیٰ بھی ساقط ہو گیا۔ ان کی دلیل
یہ ہے کہ شوہر کا کل مال وارثوں کی ملک ہو گیا اور
اس کی ملکیت موت کی وجہ سے منقطع ہو گئی۔ اور
شافعیہ اس طرف گئے ہیں کہ سکنیٰ ساقط نہیں ہوا کیونکہ
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک عورت کے لئے حکم
تھا کہ اپنے گھر میں ٹھہری رہو یہاں تک کہ مدت مقررہ
(عدت) پوری ہو جائے۔

مسلک حنفیہ حنفیہ کے نزدیک ترکہ میں مکان کا جو حصہ ملے گا وہ اگر قابل رہائش ہو تو اسی میں رہے گی اور ترکہ میں جو اور مال ملے اس سے اپنی ضروریات پوری کرے گی۔ اس مسئلہ میں امام شافعیؒ اور امام اعظمؒ کے مسلک کی تفاصیل "لامع الدراری"[1] میں شرح وبسط سے موجود ہے۔

اسی طرح قاضی شوکانی اس آیت کے ذیل میں اپنی تفسیر فتح القدیر میں لکھتے ہیں:

واخرج ابن ابي حاتم عن ابن عباس في الآية
قال كان المتوفى عنها زوجها نفقتها وسكناها
في الدار سنة فنسختها آية المواريث فجعل
لهن الربع والثمن مما ترك الزوج واخرج
ابن جرير نحوه عن عطاء، واخرج نحوه ايضا
ابو داؤد والنسائي عن ابن عباس من وجه

ابن ابی حاتم نے آیت کے ذیل میں حضرت ابن عباسؓ
کا یہ قول نقل کیا ہے کہ ایک سال تک بیوہ کے
نفقہ اور گھر میں اس کی رہائش متوفی شوہر سے ہی
متعلق تھی۔ لیکن میراث والی آیت نے اس معمول
کو منسوخ کر دیا اور ان کے لئے شوہر کے ترکہ میں
سے چوتھائی (لاولد ہونے کی صورت میں) اور

---

[1] لامع الدراری علی جامع البخاری مؤلفہ حضرت مولانا زکریا صاحب مدظلہ شیخ الحدیث سہارنپور

وأخرج الشافعي وعبد الرزاق عن جابر بن عبد الله قال ليس للمتوفى عنها زوجها نفقة حسبها الميراث وأخرج أبو داود في ناسخه والنسائي عن عكرمة قال نسختها والذين يتوفون منكم ويذرون أزواجا يتربصن بأنفسهن أربعة أشهر وعشرا

(تفسیر فتح القدیر ص ۲۳۳ جلد اول)

آٹھواں حصہ (اولاد ہونے کی حالت میں) مقرر کر دیا۔ ابن جریر نے بھی حضرت عطاء سے ایسا ہی قول نقل کیا ہے اور اسی کے مطابق دوسری وجوہ سے حضرت ابن عباس کے قول کو ابوداؤد اور نسائی نے بھی نقل کیا ہے اور امام شافعیؒ اور عبدالرزاق نے حضرت جابر بن عبداللہؓ کا قول نقل کیا ہے کہ بیوہ کیلئے نفقہ نہیں ہے اس کے لئے میراث کافی ہے اور ابوداؤد نے اپنی کتاب ناسخ اور منسوخ میں اور نسائی نے حضرت عکرمہؓ سے نقل کیا ہے کہ وصیت کے حکم کو اس آیت نے منسوخ کیا ہے والذین یتوفون منکم ویذرون ازواجا یتربصن الخ

جمہور کی رائے

بہرحال جمہور کی رائے یہی ہے کہ آیت وصیت منسوخ ہو چکی ہے۔ لیکن ایک قول یہ بھی ہے کہ آیت منسوخ نہیں ہوئی۔ قاضی شوکانی تفسیر فتح القدیر میں لکھتے ہیں:

وقد اختلف السلف ومن تبعهم من المفسرين في هذه الآية هل هي محكمة أو منسوخة فذهب الجمهور إلى أنها منسوخة بالأربعة الأشهر والعشر كما تقدم وأن الوصية المذكورة فيها منسوخة بما فرض الله لهن من الميراث وحكى ابن جرير عن مجاهد أن هذه الآية محكمة لا نسخ فيه والعدة أربعة أشهر وعشر ثم جعل الله لهن وصية منه سكنى سبعة أشهر

سلف اور بعد کے مفسرین نے اس آیت کے بارے میں اختلاف کیا ہے کہ آیا یہ منسوخ ہے یا ثابت ہے۔ جمہور اس طرف گئے ہیں کہ چار مہینے دس دن والی آیت سے منسوخ ہو چکی ہے۔ اور اس آیت میں مذکور وصیت کا حکم میراث میں حصوں کے تعیین نے کر دیا ہے۔ لیکن ابن جریر نے مجاہد کی یہ رائے نقل کی ہے کہ یہ آیت ثابت ہے اس میں نسخ نہیں ہوا۔ اور یہ کہ عدت چار ماہ دس دن ہی کی تھی پھر اللہ تعالیٰ نے [illegible] آیت کے [illegible]

وعشرين ليلة فان شاءت المرأة سكنت في وصيتها وان شاءت خرجت۔ وقد حكى ابن عطية والقاضي عياض ان الاجماع منعقد على ان الحول منسوخ وان عدتها اربعة اشهر وعشر وقد اخرج عن مجاهد ما اخرجه ابن جرير عنه البخاري في صحيحه۔
(تفسیر فتح القدیر ص۲۳۲ جلد اول)

کی وصیت کا ایما فرمایا۔ پس اگر عورت چاہے تو اس وصیت سے استفادہ کرتے ہوئے سکونت اختیار کرے اور چاہے تو وہاں سے چلی جائے۔ ابن عطیہ اور قاضی عیاض کا بیان یہ ہے کہ آیت میں مذکور سال بھر کی مدت تو منسوخ ہو چکی ہے اور اب عدت چار ماہ دس دن ہی ہے۔ مجاہدؒ کا جو قول ابن جریر نے نقل کیا ہے۔ اس کے مطابق امام بخاریؒ نے اپنی صحیح میں ان کا قول نقل کیا ہے۔

حضرت مجاہدؒ کا قول قاضی شوکانی نے صحیح بخاری میں منقول قول مجاہدؒ کا جو حوالہ دیا ہے اس کو ذیل میں ملاحظہ کر لیا جائے۔

حدثنا اسحٰق حدثنا روح حدثنا شبل عن ابن ابي نجيح عن مجاهد والذين يتوفون منكم ويذرون ازواجا قال كانت هذه العدة تعتد عند اهل زوجها واجب فانزل الله والذين يتوفون منكم ويذرون ازواجا وصية لازواجهم متاعا الى الحول غير اخراج فان خرجن فلا جناح عليكم فيما فعلن في انفسهن من معروف قال جعل الله لها تمام السنة سبعة اشهر وعشرين ليلة وصية ان شاءت سكنت في وصيتها وان شاءت خرجت وهو قول الله تعالى غير اخراج فان خرجن فلا

ہم سے اسحٰق نے اور ان سے روح نے، ان سے شبل نے بحوالہ ابن ابی نجیح مجاہد سے مروی حدیث آیت والذین یتوفون منکم ویذرون ازواجا کے بارے میں بیان کی کہ یہی (چار مہینے دس دن کی) عدت واجب تھی جو شوہر کے یہاں اس کی مطلقہ بیوی گذارا کرتی تھی۔ پھر اللہ تعالیٰ نے آیت نازل کی والذین یتوفون منکم ویذرون ازواجا وصیۃ لازواجھم متاعا الی الحول غیر اخراج الخ۔ مجاہدؒ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے پورے سال کی وصیت کا ذکر کیا سات مہینے بیس دن کا اضافہ کر دیا اس طرح ایک سال مکمل ہو گیا اب اگر عورت چاہے تو وصیت کے مطابق

جناح علیکم فالعدۃ کما ھی واجب علیھا زعم ذلك عن مجاھد۔

(بخاری کتاب التفسیر)

پورے سال شوہر کے گھر میں سکونت اختیار کرے اور چاہے تو وہاں سے چلی جائے۔ اور یہ نکل جانا مطابق ہوگا اللہ تعالیٰ کے ارشاد فان خرجن الخ کے یعنی اگر وہ خود نکل جائیں بغیر نکالے ہوئے تو تم پر کوئی گناہ نہیں ہے۔ تو عدت تو پہلے ہی کی طرح عورت پر واجب ہے راوی نے مجاہد سے یہی سمجھا ہے۔

حضرت ابن عباس رضؓ کا ارشاد

قاضی شوکانی اور دوسرے بعض مفسرین اور شراح حدیث آیت کے منسوخ نہ ہونے کے قول کو صرف مجاہد کی طرف منسوب کرتے ہیں، فتح القدیر کے حوالہ میں قاضی شوکانی کی تحقیق ملاحظہ کی جا چکی ہے۔ مگر میں سمجھتا ہوں کہ بخاری میں مجاہد کے قول کے بعد . . . . . . ہی عطاء سے مروی حضرت ابن عباس رضؓ کا قول نقل کیا گیا ہے۔ اس کا حاصل یہی معلوم ہوتا ہے کہ ان کے نزدیک بھی آیت منسوخ نہیں ہے۔ بخاری کی عبارت اس طرح ہے:

وقال عطاء قال ابن عباس نسخت ھذہ الآیۃ عدتھا عند اھلھا فتعتد حیث شاءت وھو قول اللہ تعالیٰ غیر اخراج۔ قال عطاء ان شاءت اعتدت عند اھلہ وسکنت فی وصیتھا وان شاءت خرجت لقول اللہ تعالیٰ فلا جناح علیکم فیما فعلن قال عطاء ثم جاء المیراث فنسخ السکنی فتعتد حیث شاءت ولا سکنی لھا وعن محمد بن یوسف عن شاد [illegible] عن ابن نجیح عن مجاھد [illegible] ابن نجیح عن عطاء عن ابن عباس

عطاء نے کہا، حضرت ابن عباس نے فرمایا ہے کہ اس آیت نے عورت کا اپنے ہی گھر میں عدت گزارنے کے حکم کو منسوخ کر دیا ہے اب وہ جہاں چاہے عدت گذارے اور یہی حاصل ہے ارشاد خداوندی غیر اخراج کا۔ عطاء کہتے ہیں کہ عورت چاہے تو شوہر کے گھر والوں کے پاس شوہر کی وصیت کے مطابق عدت گزارے اور چاہے تو وہاں سے چلی جائے مطابق فرمان خداوندی فلا جناح علیکم فیما فعلن۔ عطاء کہتے ہیں کہ پھر میراث کا قانون آیا اور شوہر کے مکان سے سکنیٰ [illegible] کا حکم منسوخ ہو گیا۔ اب جہاں چاہے

قال نسخت هذه الآیۃ عدتھا فی اھلھا فتعتد حیث شاءت لقول اللہ غیر اخراج نحوہ۔

عدت گزارے۔ اس کے لئے سکنیٰ نہیں ہے، اور محمد بن یوسف سے مروی ہے کہ ہم سے ورقاء نے بحوالہ ابن ابی نجیح مجاہد کی بھی اسی کے مطابق حدیث بیان کی ہے اور ابن ابی نجیح نے بحوالہ عطاء حضرت ابن عباس سے روایت کیا ہے کہ اس آیت نے عورت کے اپنے گھر میں عدت گزارنے کے دستور کو منسوخ کر دیا ہے۔ اس لئے وہ جہاں چاہے عدت گزارے بمطابق ارشاد خداوندی غیر اخراج۔

تطبیق بین الاقوال عطاء سے مروی حضرت ابن عباس کے قول کا حاصل یہ ہے کہ چار مہینے دس دن والی آیت نے اس آیت کو منسوخ نہیں کیا وہ آیت پہلے نازل ہو چکی تھی۔ اس کے مطابق عدت چار ماہ دس دن ہی واجب تھی، البتہ اس آیت نے یہ لزوم منسوخ کر دیا کہ عدت شوہر ہی کے گھر میں گزارے گی۔ جیسا کہ آیت میراث نے بوضاحت سکنیٰ کے لزوم کو منسوخ کر دیا ہے۔

بظاہر مجاہد اور عطاء دونوں کے قول میں تضاد معلوم ہوتا ہے۔ اور امام بخاری نے ابن ابی نجیح کے حوالہ سے آخر میں مجاہد اور عطاء کے قول کو نقل کر کے تطبیق دینی چاہی ہے۔

انکار نسخ لیکن غور کیا جائے تو مجاہد کے قول کا یہ حاصل نہیں ہے کہ وہ سکنیٰ کو منسوخ نہیں سمجھتے بلکہ ان کے نزدیک بھی سکنیٰ کا لزوم تو ختم ہو گیا البتہ آیت نے یہ سفارش بھی کی ہے کہ اگر عورت ایک سال تک شوہر کے گھر رہنا چاہے اور ورثاء شوہر کی وصیت کے مطابق اس کو رہنے دیں اور نہ نکالیں تو وہ رہ سکتی ہے ہاں وہ خود ہی چلی جائے اور شوہر کی وصیت سے استفادہ نہ کرے تو تم پر کوئی ذمہ داری اس کی نہیں رہتی۔

اور بہرحال اس میں تو کوئی کھٹک نہیں ہے کہ مجاہد اور عطاء اور حضرت ابن عباسؓ کے نزدیک چار ماہ دس دن والی آیت بعد میں نازل ہو کر اس آیت کے لئے ناسخ نہیں ہے جیسا کہ عام طور

رائے ہے۔

رفع تعارض آیات اگر نسخ نہ مانا جائے تو دیکھنا چاہئے کہ آیتوں میں کوئی تضاد تو نہیں ہے۔ اگر تطبیق ہو جاتی ہے تو پھر نسخ ماننے کی ضرورت ہی نہیں ہے۔ نسخ تو اس وقت ماننا ضروری ہے جبکہ جمع اور تطبیق نہ ہو سکے، پھر جو آیت زماناً مؤخر ہوگی اس کو ناسخ قرار دیا جائے گا یہی اصول احادیث کے سلسلہ میں بھی متعین ہے۔ چنانچہ نخبۃ الفکر میں ہے۔

ان سلم من المعارضۃ فھو المحکم وان عورض بمثلہ فان امکن الجمع فھو مختلف الحدیث والا فان ثبت المتاخر بہ فھو الناسخ والآخر المنسوخ	اگر معارضہ سے محفوظ ہو تو وہ محکم ہے اور اگر اپنے مثل سے معارض ہو اور جمع ممکن ہو تو اس کا نام مختلف الحدیث ہے ورنہ (یہ جمع ممکن نہ ہو تو) متاخر ناسخ اور متقدم منسوخ ہوگا۔

اور یہاں چار مہینے دس دن والی آیت کو جمہور بخاری میں مذکور حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہما کی روایت کے مطابق اگر متاخر النزول اور آیت وصیت کے لئے ناسخ مانتے ہیں تو بخاری میں مذکور مجاہد اور عطاء اور حضرت ابن عباس کے قول کے مطابق چار مہینے دس دن والی آیت نہ نزولاً مؤخر ہے اور نہ ناسخ۔ بلکہ اس کا نزول تلاوت کی ترتیب کے مطابق ہی ہے۔

اور آیتوں میں تطبیق و جمع بھی ہو جاتی ہے، اس کے لئے مبحوث عنہا میں غور کرنے کی ضرورت ہے۔

آیت کے تین ترجمے علامہ سید رشید رضا مصری مرحوم مرتب تفسیر المنار نے اس آیت کی تین طرح تشریح کی ہے جن کا حاصل یہ ہے:

(۱) تم میں سے جو لوگ وفات پائیں اور بیویاں چھوڑیں اور اپنی بیویوں کے لئے ایک سال کے مدت کی وصیت کر جائیں بغیر نکالے تو اگر یہ بعد عدت خود ہی نکل جائیں تو تمہارے لئے اس میں کوئی گناہ نہیں جو وہ اپنے لئے بہتر سمجھ کر کریں۔ اس صورت میں وصیۃ سے پہلے فعل اوصی مقدر ہوگا [illegible] والذین یتوفون سے غیر اخراج تک شرط ہوگا اور فان خرجن سے اس کی

جائے گی۔

(۲) چونکہ عرب کے رواج کے مطابق بیوہ ایک سال تک اپنے شوہر کے گھر میں رہنے کی پابند تھی پھر قرآن حکیم نے اس کی عدت چار مہینے دس دن مقرر کر دی تو اس کا اثر یہ مرتب ہونا ممکن تھا کہ اولیاء میت بعد عدت عورت کو بالجبر نکال دیں جبکہ اپنے مزاج کے اعتبار سے وہ غمزدہ بھی ہوتی ہے اور دوسری جگہ شادی کے لئے ابھی وہ تیار نہیں رہتی۔ علاوہ ازیں اس کا بھی امکان ہے کہ یہ واضح نہ ہو کہ یہ حاملہ ہے یا نہیں۔ اس لئے فرمایا گیا کہ شوہروں کو چاہئے کہ اپنی بیویوں کے لئے ایک سال کے مصارف کی وصیت کر دیا کریں۔ اس صورت میں وصیۃ سے پہلے فلیوصوا مقدر ماننا ہوگا۔

(۳) عبارت اس طرح مانی جائے۔ فاللہ یوصی وصیۃ لازواجھم ان یمتعن متاعاً الی الحول غیر اخراج ای غیر مخرجات ۔ یا ۔ وصیۃ لازواجھم من اللہ ان یمتعن الخ یعنی عورتوں کے لئے اللہ تعالیٰ کی وصیت ہے کہ ایک سال تک شوہر کے گھر میں ٹھہری رہیں سو اگر وہ خود ہی نکل جائیں تو اے مخاطبین تم پر کوئی حرج نہیں ہے کیونکہ اب تمہاری ولایت کا تعلق نہیں رہا۔

(تفسیر المنار جلد ۲ صـ ۴۴۹)

ان تشریحات کی صورت میں دوسری آیتوں سے تعارض اور ٹکراؤ نہیں ہوتا۔

حضرت شاہ ولی اللہؒ اور تطبیق آیات

اب اس کے بعد حضرت شاہ ولی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد اس آیت کی تطبیق کے سلسلہ میں ملاحظہ ہو۔

قولہ تعالیٰ والذین یتوفون (الیٰ قولہ) متاعاً الی الحول منسوخۃ بآیۃ اربعۃ اشھر وعشرا والوصیۃ منسوخۃ بالمیراث والسکنیٰ باقیۃ عند قوم منسوخۃ عند آخرین بحدیث لاسکنیٰ قلت ھی کما قال منسوخۃ عند جمھور المفسرین	آیت والذین یتوفون منکم ویذرون ازواجاً وصیۃ لازواجھم الخ کو اس کے قبل کی آیت یتربصن بانفسھن اربعۃ اشھر وعشرا سے منسوخ کیا گیا ہے اور وصیت کو آیت میراث سے منسوخ کیا گیا ہے ۔۔۔

ویمکن ان یقال یستحب او یجوز للمیت الوصیة ولا یجب علی المرأة ان تسکن فی وصیتہ وعلیہ ابن عباس وھذا التوجیہ ظاہر من الآیۃ

(الفوز الکبیر)

نزدیک باقی ہے اور دوسری جماعت کے نزدیک لاسکنٰی کی حدیث سے منسوخ ہے۔ میں کہتا ہوں کہ جمہور مفسرین کے نزدیک تو منسوخ ہے۔ لیکن یہ مطلب ممکن ہے کہ متاعاً الی الحول کی آیت میں میت کے لئے وصیت واجب نہیں ہے بلکہ استحباب اور جواز کے درجہ میں ہے اور عورت کے لئے بھی وصیت شدہ مکان میں رہنا وجوب کے درجہ میں نہیں ہے اور یہی ابن عباسؓ کا مسلک ہے اور یہ توجیہ آیت سے ظاہر ہے۔

آیت میراث و آیت وصیت کا رفع تعارض | اس بحث کے شروع میں جمہور کا قول کرتے ہوئے یہ تحریر کیا جاچکا ہے کہ کتب علیکم اذا حضر احدکم الموت، اور آیت مبحوث عنہا والذین یتوفون منکم ویذرون ازواجا وصیۃ الخ ان ہر دو آیات وصیت کو روایت لا وصیۃ لوارث نے بھی منسوخ کیا ہے، اس پر قاضی ثناء اللہ صاحبؒ پانی پتی اپنی تفسیر مظہری میں تحریر فرماتے ہیں:

قالوا نسخت ھذہ الآیۃ آیۃ المواریث وقولہ صلی اللہ علیہ وسلم ان اللہ قد اعطی کل ذی حق حقہ الا لا وصیۃ لوارث وفیہ نظر لان آیۃ المواریث لا یعارضہ بل یؤکدہ فانھا تدل علی تقدیم الوصیۃ علی الارث فکیف تکون ناسخۃ والحدیث حدیث الاحاد لا یصلح ناسخا والتحقیق ان الآیۃ منسوخۃ [illegible] الوصیۃ

جمہور نے کہا ہے کہ اس آیت کو آیت میراث نے اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد نے منسوخ کردیا کہ اللہ تعالیٰ نے ہر حقدار کو اس کا حق دیدیا ہے یاد رکھو کسی وارث کے لئے وصیت نہیں ہے اور اس میں اشکال ہے اس لئے کہ آیت میراث اس آیت کے معارض نہیں بلکہ اس کی تاکید کرتی ہے، کیونکہ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ میراث پر وصیت مقدم ہے تو ناسخ کیسے ہوسکتی ہے اور حدیث احاد میں سے

لنفي الاعند رضاء الورثة والاتفاق الائمة الاربعة وجمهور العلماء على عدم وجوب الوصية لغير الوارث من الاقارب

(مظہری ص۱۸۶ جلد اول)

ہے، اس سے کتاب اللہ کا نسخ جائز نہیں ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ آیت کا حکم اس اجماع کی وجہ سے منسوخ ہو گیا ہے کہ کسی وارث کے لئے وصیت جائز نہیں الا یہ کہ دیگر ورثاء اس کے لئے راضی ہوں نیز ائمہ اربعہ اور جمہور علماء کے اس اتفاق کی وجہ سے کہ غیر وارث رشتہ دار کے لئے وصیت واجب نہیں ہے۔

لا وصية لوارث کے ناسخ ہونے کا رد

قاضی صاحبؒ کی اس عبارت سے آیت میراث اور روایت لا وصية لوارث کو آیت وصیت کے لئے ناسخ ماننے کا رد ہوتا ہے۔ قاضی صاحب کے نزدیک بربنائے اجماع اس آیت کا حکم منسوخ ہو گیا۔ سوال یہ ہو سکتا ہے کہ جمہور اسی روایت کو ناسخ مانتے تھے اور اسی نسخ پر ان کا اجماع تھا، جب ان دونوں کو ناسخ ماننا صحیح نہ رہا تو پھر آخر اجماع کس آیت و روایت پر مانا جائے گا؟ تاہم یہ بات مسلم ہے کہ اجماع کسی آیت و روایت ہی پر ہوگا۔

لیکن بہرحال قاضی صاحب نے آیت میراث اور آیت وصیت میں بڑی عجیب تطبیق دی ہے کہ اس آیت سے میراث پر وصیت کے مقدم ہونے کی دلالت ہوتی ہے۔ حاصل اس کا یہ ہے کہ جن آیتوں میں قانون میراث مذکور ہے وہاں یہ ہدایت بھی ہے من بعد وصية توصون بها او دين یعنی یہ ترکہ کی تقسیم تمہاری وصیت اور قرضہ کی ادائیگی کے بعد ہوگی۔ معلوم ہوا کہ میراث پر وصیت مقدم ہے۔

اور آیت وصیت کے معنی یہ ہوں گے کہ اللہ تعالے نے تمہارے والدین اور اقرباء کی میراث کے متعلق يوصيكم الله في اولادكم میں جو وصیت تم کو کی ہے وہ تم پر فرض ہے۔

آیت کے یہ معنی روح المعانی، تفسیر کبیر، اور کشاف کے حوالہ سے "قرآن محکم" میں نقل کئے گئے ہیں۔

ـــــــــــــــــــ

لہ مؤلفہ حضرت مولانا عبدالصمد رحمانی مرحوم۔ شائع کردہ مجلس معارف القرآن دار العلوم دیوبند

آیت و روایت میں تطبیق پھر چونکہ حدیث میں کسی وارث کے لئے وصیت کے بلا شرط عدم نفاذ کو نہیں بتلایا گیا بلکہ ورثاء کی عدم اجازت سے اس کو مقید کیا ہے یعنی دیگر ورثاء اگر اجازت دیدیں تو ایک وارث کے حق میں بھی وصیت نافذ ہو سکتی ہے۔ پوری حدیث اس طرح ہے،

ان الله اعطی کل ذی حق حقه فلا وصیة لوارث الا ان یجیزها الورثة (نصب الرایہ ص۴۰۳ جلد ۴ بحوالہ دارقطنی)

بلا شبہ اللہ تعالیٰ نے ہر حقدار کو اس کا حق دیدیا ہے اس لئے وارث کے لئے وصیت جائز نہیں الا یہ کہ ورثہ اس کی اجازت دیدیں۔

جواز وصیت برائے نفقۂ زوجہ اس لئے اگر اس مسئلہ میں یہ کہا جائے کہ شوہر سال بھر تک کے نفقہ و سکنی کی وصیت کر سکتا ہے اور آیت کو ایجاب وصیت پر نہیں بلکہ استحباب وصیت پر محمول کیا جائے جیسا کہ شاہ ولی اللہ صاحب کی منقولہ بالا تحریر میں بھی یہی مفہوم لیا گیا ہے۔ ادھر ورثہ اس وصیت کے نفاذ پر راضی ہوں تو عورت سال بھر تک شوہر کے گھر میں عدت بھی گزار سکتی ہے، اور نفقہ بھی لے سکتی ہے۔ اس سلسلہ میں تفسیر المنار سے نقل کردہ آیت کے ترجموں کو بغور دیکھ لیا جائے۔

لیکن ظاہر ہے کہ شوہر یا ورثاء کے لئے یہ بات محض استحباب کے درجہ کی ہے، آیتوں کی مذکورۂ بالا تطبیق کی صورت میں زیادہ سے زیادہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ قرآن حکیم اس وصیت کے لئے مشورہ دے رہا ہے۔ وصیت کرنے کا حکم یا اس کو لازم و واجب قرار نہیں دے رہا ہے.........

...... لہٰذا یہ گنجائش قطعاً نہیں مل سکتی کہ اس وصیت کے لئے یا اس کے نفاذ کے لئے شوہر یا ورثاء کو مجبور کیا جائے۔ یا شوہر کی وصیت اور ورثاء کی رضامندی سے بھی صرف نظر کر کے از خود شوہر کے متروکہ مال سے اس کو نفقہ دیا جاتا ہے اور حصہ سے زائد مکان میں سکونت رکھی جائے یا اس طرح کا کوئی قانون بنایا جائے، الزام اور جبر کے لئے کوئی گنجائش نہیں ملتی۔

اس مضمون میں یہ کوشش کی گئی ہے کہ جتنی گنجائش آیت و روایت سے مل سکتی ہے اس سے دریغ نہ کیا جائے۔ اسی طرح یہ کوشش بھی ہے کہ کوئی آیت و روایت ایسی نہ رہ جائے جس سے غلط فہمی [illegible] [illegible]۔ اس لئے یہاں یہ وضاحت ضروری معلوم ہوتی ہے کہ تفسیر بغوی میں ایک روایت ہے [illegible] جس کا حاصل یہ ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بیوہ کو شوہر کے

ترکہ سے ایک سال کا نفقہ دلایا تھا۔ اس حدیث سے جبر اور لزوم یا کسی قانون سازی کی گنجائش نہیں نکل سکتی اس لئے کہ تفسیر مظہری نے اس روایت کو نقل کرکے اس کا جواب بھی دیدیا ہے، جو درج ذیل ہے:

بغوی کی روایت پر کلام

قال البغوی نزلت الآیۃ فی رجل من الطائف یقال لہ حکیم بن الحارث ھاجر الی المدینۃ ولہ اولاد ومعہ ابواہ وامرأتہ ومات فانزل اللہ تعالیٰ ھذہ الآیۃ فاعطی النبی صلی اللہ علیہ وسلم والدیہ واولادہ من میراثہ ولم یعط امرأتہ شیئاً وامرھم ان ینفقوا علیھا من ترکۃ زوجھا حولاً وکذا اخرج اسحٰق بن راھویہ فی تفسیرہ عن مقاتل بن حیان ان رجلاً من اھل الطائف قدم المدینۃ الحدیث قلت لکن سیاق الآیۃ ینافی ھذا الحدیث لان الآیۃ تقتضی وجوب الوصیۃ والحدیث یقتضی وجوب نفقتھا من ترکۃ زوجھا من غیر وصیۃ ولعلہ مات بعد نزول الآیۃ واوصیٰ بالانفاق حولاً علی حسب تلک الآیۃ فعمل النبی صلی اللہ علیہ وسلم کذلک وایضاً ھذا الحدیث یقتضی نزول ھذہ الآیۃ بعد قولہ تعالیٰ یوصیکم اللہ فی اولادکم وقبل قولہ تعالیٰ ولھن الربع مما ترکتم ان لم یکن لھن ولد۔ الآیۃ۔

بغوی نے کہا ہے کہ یہ آیت طائف کے ایک شخص کے بارے میں نازل ہوئی ہے جس کو حکیم بن حارث کہا جاتا ہے، وہ ہجرت کرکے مدینہ آگئے تھے۔ ان کے بچے بھی تھے اور ساتھ ہی والدین اور بیوی بھی تھی۔ ان کا انتقال ہوا تو اللہ تعالےٰ نے یہ آیت والذین یتوفون الخ نازل فرمائی، اس پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے متوفی کے والدین اور اولاد کو میراث سے حصہ دیدیا لیکن بیوی کو اس میں سے کچھ نہیں دیا اور ورثاء کو حکم دیا کہ وہ بیوہ پر شوہر کے ترکہ سے سال بھر تک خرچ کریں۔ اسی طرح اسحٰق بن راہویہ نے اپنی تفسیر میں مقاتل بن حیان سے روایت کیا ہے کہ طائف کا ایک شخص مدینہ آگیا تھا الخ۔ میں کہتا ہوں کہ آیت کی عبارت اس حدیث کے منافی ہے کیونکہ آیت مقتضی ہے شوہر کے ترکہ سے بغیر وصیت کے ادائیگی نفقہ کے وجوب کو۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ شاید وہ صحابی اس آیت وصیت کے نزول کے بعد فوت ہوئے ہوں گے، اور اس کے مطابق انھوں نے سال بھر تک نفقہ کی وصیت کردی ہوگی اور اسی وصیت کے مطابق نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم

واللہ اعلم۔

(مظہری صفحہ ۲۴۴ جلد اول)

نے عمل کرایا ہوگا، اس کے علاوہ یہ حدیث اس بات کی مقتضی ہے کہ یہ آیت وصیت یوصیکم اللہ فی اولادکم کے بعد اور ولھن الربع مما ترکتم سے پہلے نازل ہوئی ہے حالانکہ یوصیکم اللہ اور ولھن الربع وغیرہ میراث کی آیتیں یکدم نازل ہوئی ہیں۔ واللہ اعلم۔

اس تفصیل سے یہ بات معلوم ہوگئی کہ بغوی کی روایت میں ایسا کلام ہے کہ جس کی وجہ سے یہ روایت قابل استدلال ہو ہی نہیں سکتی۔

بہرحال سال بھر تک بیوہ کے نفقہ وسکنیٰ کے لئے وصیت صرف مستحب ہوسکتی ہے اور اس کا نفاذ بھی ورثاء کی اجازت سے ہوسکے گا۔ لیکن اس استحبابی حکم کو امت نے معمول بہ نہیں بنایا۔ بالکل اسی طرح جیسے گھروں میں اور والدین کے کمروں میں بچوں کو بغیر اجازت داخل ہونے سے قرآن حکیم نے سورۂ نور میں منع کیا ہے۔ لیکن یہ حکم بھی استحبابی تھا اور امت میں معمول بہا نہیں رہا۔ (تفسیر المنار)

دلیل برائے ترمیم کا جائزہ

اس تفصیل کے بعد اس آیت کو لیا جائے جس کو ترمیم کے خواستگاروں نے اپنا استدلال بنایا ہے یعنی والمطلقٰت متاع بالمعروف حقا علی المتقین (اور طلاق دی ہوئی عورتوں کے لئے کچھ کچھ فائدہ پہونچانا (کسی درجہ میں مقرر ہے) قاعدہ کے موافق اور یہ مقرر ہوا ہے ان پر جو شرک وکفر سے پرہیز کرتے ہیں)

بعض حضرات کے نزدیک اس آیت میں مذکور حکم عام ہے یعنی ہر مطلقہ کے لئے متاع دنیا مشروع کیا گیا ہے، یہی رائے حضرت ابن عباس، ابن عمر، عطاء، جابر بن زید، سعید بن جبیر، ابو العالیہ، حسن بصری اور امام احمد و اسحٰق کی ہے۔ امام شافعی کا ایک قول بھی اسی کے مطابق ہے۔ دلیل ان کی یہ ہے کہ اس آیت میں عموم ہے اور کسی قید کا نہ ہونا ہے، نیز صورۃً واجب بھی ہے۔

يَٰٓأَيُّهَا النَّبِيُّ قُل لِّأَزْوَاجِكَ إِن كُنتُنَّ تُرِدْنَ الْحَيَاةَ الدُّنْيَا وَزِينَتَهَا فَتَعَالَيْنَ أُمَتِّعْكُنَّ وَأُسَرِّحْكُنَّ سَرَاحًا جَمِيلًا ۔

اے نبیؐ! آپ اپنی بیویوں سے کہہ دیجئے کہ اگر تم دنیا کی زندگی اور اس کی زینت مطلوب ہے تو آؤ میں تم کو متاع و سامان دوں اور چھوڑ دوں تم کو اچھے طریقے سے چھوڑنا۔

اور ان سب ازواج مطہراتؓ سے آپؐ کا ازدواجی تعلق قائم ہو چکا تھا اور ان کے مہر بھی متعین تھے۔

پھر ان حضرات میں دو گروہ ہیں ایک گروہ کے نزدیک ہر مطلقہ کے لئے متاع دینا واجب ہے اور دوسرے گروہ کے نزدیک صرف اسی مطلقہ کے لئے واجب ہے جس سے صحبت ہوئی ہو اور نہ خلوت صحیحہ، اور مہر بھی متعین ہوا ہو۔ اور باقی مطلقات کے لئے مستحب ہے۔ یہی بات امام ابوحنیفہؒ کے مسلک کے مطابق ہے۔

مطلقہ عورتوں کی انواع دوسرے حضرات اس حکم کے عموم کے قائل نہیں ہیں بلکہ حکم کو اسی مطلقہ کیلئے خاص مانتے ہیں جو غیر مدخول بہا ہو اور مہر بھی متعین نہ ہو۔ ان کا کہنا یہ ہے کہ مطلقہ عورتیں چار طرح کی ہیں اور چاروں کے لئے حکم جدا جدا ہے

(۱) ازدواجی تعلق ہو چکا ہو اور مہر بھی متعین ہو اس کو پورا مہر دیا جائے گا۔ اس کے لئے قرآن حکیم میں ارشاد ہے ولا یحل لکم ان تاخذوا مما اٰتیتموھن شیئاً۔

(۲) ازدواجی تعلق ہو چکا ہو اور مہر متعین نہ ہو۔ اس کو مہر مثل دیا جائے گا۔ اس کی حجت میں بعض حضرات آیت فما استمتعتم بہ منھن فاتوھن اجورھن فریضۃ کو قرار دیتے ہوئے آیت کے معنٰی یہ بتلاتے ہیں فاعطوھن مھورھن بالفرض والتعدیر اذا کان غیر مسمّٰی۔ ای والعملۃ فی النقل یرمساواتھا بامثالھا علی الاقل۔

(۳) مہر متعین ہو لیکن ازدواجی تعلق نہ ہوا ہو اس کو نصف مہر دیا جائے گا۔ اس کا حکم اس آیت میں ہے۔ وان طلقتموھن من قبل ان تمسوھن وقد فرضتم لھن فریضۃ فنصف ما فرضتم الآیۃ

(۴) اس عورت سے ازدواجی تعلق نہیں ہوا اور نہ ہی مہر متعین ہوا اس کے لئے متاع کا ادا کرنا جاتا ہے اور اس کے حق میں بدل ہے ان چیزوں کا جو دوسری تین مطلقات کے لئے واجب کی گئی ہیں۔ یعنی اس متاع کا تذکرہ سابقہ آیت لاجناح علیکم ان طلقتم النساء مالم تمسوھن او تفرضوا لھن فریضۃ ومتعوھن الخ۔ میں ہے اور اسی کا اعادہ یہاں کیا گیا ہے۔

علامہ رشید رضا کا فیصلہ | علامہ رشید رضا تفسیر المنار میں یہ ساری تفصیل بیان کر کے لکھتے ہیں:-

واحوط الاقوال واوسطھا قول من	زیادہ محتاط اور معتدل قول ان لوگوں کا ہے
جعل المتعۃ غیر المھر واجبھا	جنہوں نے متاع کو مہر کے علاوہ قرار دے کر اس کے حق
لمن لا تستحق مھرا وندبھا لغیرھا۔	میں واجب کہا جو مہر کی مستحق نہیں اور اس کے علاوہ دوسروں کے لئے مستحب کہا ہو۔

علامہ رشید رضا کے نزدیک حنفیہ کا مسلک ہی محتاط اور معتدل ہے۔

متاع کے معنی | اصل میں بنائے اختلاف "متاع کے معنی" ہیں۔ کچھ حضرات نے متاع کے معنی "نفقۂ عدت" کیے ہیں۔ تفسیر مظہری میں ہے:-

قیل المراد بمتاع فی ھذہ الآیۃ نفقۃ	کہا گیا ہے کہ اس آیت میں مذکور متاع سے مراد
ایام العدۃ۔ (ص ۳۴۰ جلد اول)	نفقۂ عدت ہے۔

ان حضرات کے نزدیک تمام مطلقات کے لئے یہ حکم ہے۔ اور یہاں الف لام استغراق کا مانا جائے گا یعنی ہر اس مطلقہ کے لئے متاع دینا واجب ہے جس پر عدت واجب ہے۔ وہ مطلقات جن سے ازدواجی رشتہ قائم نہیں ہوا ان پر نہ عدت واجب ہے اور نہ ان کا نفقہ ضروری ہے۔ ان کے لئے مستقل حکم آیتوں میں مذکور ہے۔ اور بعض حضرات نے متاع کے معنی جوڑے کے کئے ہیں۔ ان کے نزدیک معنی یہ ہوئے کہ دستور اور قانون شرعی کے مطابق تمام مطلقہ عورتوں کو جوڑے دیئے جائیں جن کی تفصیل پہلے بھی آچکی ہے۔

بعض حضرات نے متاع کا ترجمہ نفقۂ عدت کے علاوہ کچھ سامان سے کیا ہے۔ ان کے نزدیک وللمطلقت میں الف لام عہد کا مانا جائے گا۔ یعنی صرف وہی مطلقہ مراد ہوگی جس سے ازدواجی تعلق قائم نہیں ہوا اور اس کا مہر مقرر ہوا اور جس کا تذکرہ اس سے پہلے کی آیت میں آ گیا اور وہاں حکم دیا گیا ہے ومتعوھن کہ ایسی مطلقہ عورتوں کو متاع دو۔

آخر کلام اس تفصیل سے بخوبی سمجھا جا سکتا ہے کہ متاع کے معنی میں اختلاف کے باوجود ایسے معنی کسی نے نہیں کیے جس سے عدت کے بعد بھی شوہر کو مطلقہ کا نان ونفقہ دینے پر مجبور کیے جانے کی گنجائش نکل سکے۔

اس مضمون میں یہ بات واضح کی جا چکی ہے کہ قرآن حکیم نے آیت اسکنوھن من حیث سکنتم الخ۔ کے ذریعے صرف دورانِ عدت نفقہ کو واجب قرار دیا ہے۔ ویسے بھی غور کیا جائے کہ سورۂ طلاق کا آغاز ان الفاظ سے ہوتا ہے یایھا النبی اذا طلقتم النساء فطلقوھن لعدتھن واحصوا العدۃ۔ عدت کا ذکر آیا تو آگے ان عورتوں کی مدت بتلائی گئی جن کا تذکرہ سورۂ بقرہ میں نہیں آیا اور یہ بھی ہدایت کی گئی کہ ان کو دورانِ عدت گھروں سے نہ نکالا جائے اور نہ یہ خود نکلیں۔ جن آیتوں میں یہ باتیں فرمائی گئی ہیں ان کے فوراً ہی بعد یہ آیت مذکور اسکنوھن من حیث سکنتم۔ تو ظاہر ہے کہ دورانِ عدت نفقہ وسکنیٰ کی ہی ہدایت دی گئی ہے نہ کہ عدت کے بعد کے زمانہ کے لئے۔ لہٰذا اگر اس سے زائد کا مطالبہ شوہروں سے کیا گیا یا کسی طرح اس کو اس کا پابند قرار دیا گیا تو قرآن وحدیث کی خلاف ورزی اور مداخلت فی الدین ہوگی۔

ہاں شوہر اگر خود یا کسی کی ترغیب سے علاوہ نفقۂ عدت کے مزید کچھ دیتا ہے تو یہ اس کا فعل مستحسن ہوگا اور یقیناً وہ اپنے ایثار میں قابل تعریف قرار پائے گا انشاء اللہ جیسا کہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے بارے میں مروی ہے کہ اپنی بیوی کو طلاق دے کر رخصت کیا تو دس ہزار درہم بطور ہدیہ دیئے اور کہلا بھیجا کہ [illegible]

یہ حقیقت ظاہر ہے ۔

لیکن یہاں بحث قانون سے ہے تو یہ بات واضح ہو چکی ہے کہ قانون بنانے کے لئے کوئی گنجائش شریعت سے نہیں مل سکتی ۔

مظلوم عورتوں کے چار طبقات اب ہم یہ تسلیم کرتے ہوئے کہ طلاق کے سلسلہ میں شوہر کا ظلم و جور ثابت ہو تو اس کی مالی پریشانیوں کے دفعیہ کی ایسی راہ تجویز کرنے پر غور کرتے ہیں جو نہ شریعت اسلامیہ کے معارض ہو اور نہ اس میں پیش کردہ نقصانات ہوں ـــــ سرسری جائزہ لیا جائے تو ایسی عورتوں کے احوال چار نوع کے ہو سکتے ہیں ۔

(۱) عورت خود مالدار ہے

(۲) خود غریب ہے لیکن اولیاء میں یا نزدیک اور دور کے رشتہ داروں میں کوئی مالدار اور صاحب استطاعت ہے ۔

(۳) غریب اور لاوارث ہے لیکن ایسے علم و ہنر کی مالک ہے کہ اپنی خاندانی حیثیت کی برقراری کے ساتھ کما کر خود اپنی کفالت کر سکتی ہے ۔

(۴) ایسی غریب و لاوارث ہے کہ کچھ علم و ہنر بھی نہیں جانتی یا جانتی ہے تو بہت معمولی اور آمدنی قطعاً ناکافی ہوتی ہے یا ہو سکتی ہے ۔

حل مشکلات اب ہم ترتیب وار ان عورتوں کے مسائل کا حل پیش کرتے ہیں مظلوم و مقہور انسانوں کے ساتھ ہمدردی رکھنے والے اہل فکر ان تجاویز کو عملی شکل دے سکتے ہیں ۔

(۱) جو عورت خود مالدار ہے وہ اپنے مسائل کا خود حل تجویز کر سکتی ہے ۔ اس لئے ہمارا خیال ہے کہ ایسی عورتوں کے بارے میں کسی متعین تجویز کی ضرورت نہیں ہے ۔

(۲) [illegible] اعانت کفالت کی ہے تو وہی ذمہ دار ہے ۔ اگر اولیاء میں کوئی

نہیں ہے تو دیگر رشتہ داروں میں جو بھی بربنائے رشتہ زیادہ قریب ہو اور صاحب استطاعت ہو وہی ذمہ دار ہوگا، یہ ذمہ داری قبول کرنی اور پھر دیانت داری کے ساتھ اس کی ادائیگی ان کے لئے فرض ہے۔ اس لئے کہ یہی شریعت کا قانون ہے۔

فقہ و فتاوی کی مشہور اور مستند کتاب در مختار اور اس کے حاشیہ رد المحتار میں ہے:

وکذا تجب لولدہ الکبیر العاجز عن الکسب کانثی مطلقاً (وقال العلامۃ الشامی) قولہ کانثی مطلقاً ای ولو لم یکن بھا زمانۃ تمنعھا عن الکسب فمجرد الانوثۃ عجز الا اذا کان لھا زوج فنفقتھا علیہ ما دامت زوجۃ وھل اذا نشزت عن طاعتہ تجب لھا النفقۃ علی ابیھا محل تردد فتأمل وتقدم انہ لیس للاب ان یوجرھا فی عمل او خدمۃ وانہ لو کان لھا کسب لا تجب علیہ (شامی ص۶۴۲ نفقات)

اور اسی طرح باپ پر اس کے بالغ لڑکے کا نفقہ بھی واجب ہے جبکہ وہ کمانے سے عاجز ہو ایسے ہی لڑکی کا خرچہ مطلقاً۔ علامہ شامی کہتے ہیں کہ در مختار کے قول کانثی مطلقاً کا مطلب ہے کہ اگرچہ وہ اتنی بوڑھی نہ ہو جو کمانے سے عاجز ہو، اس لئے کہ محض عورت ہونا ہی عجز ہے لیکن اگر اس عورت کا شوہر موجود ہے تو جب اس کے نکاح میں ہے اس پر اس کا نفقہ واجب ہے اور اگر وہ شوہر کی نافرمان ہو چکی ہے تو اس صورت میں بھی باپ پر نفقہ واجب ہوگا۔ یہ بات قابل غور ہے اور پہلے مذکور ہو چکا ہے کہ باپ کے لئے اس سے محنت مزدوری کرانا جائز نہیں ہے اور یہ بھی گزر چکا ہے کہ اگر اس عورت کی کوئی آمدنی (بقدر کفایت ضروریات) ہو تو پھر باپ پر نفقہ واجب نہ ہوگا۔

وفی الدر المختار وکذا الابعد اذا غاب

اور در مختار میں ہے کہ اسی طرح دور کے رشتہ دار

الاقرب - انتہی

(ھوامش الشامی ص ۶۷۴/۲)

پر نفقہ واجب ہے جبکہ قریب کا رشتہ دار موجود نہ ہو۔

درمختار کے اس قول کے تحت علامہ شامیؒ نے لکھا ہے کہ

"مثلاً جب لڑکا یا باپ، ماں اور بھائی موجود نہ ہوں یا ہوں لیکن نہایت غریب ہوں، کفالت کی استطاعت نہ ہو تو اگر ماموں یا چچا یا دادا ذی استطاعت موجود ہیں تو وہ نفقہ کے ذمہ دار ہوں گے، البتہ باپ کے پاس جب زندگی میں مال آجائے گا تو وہ اس نفقہ کی رقم کو ادا کر دے گا۔"

(۳) اگر اپنے علم و ہنر سے خود کما کر اپنے مصارف کی کفالت کر سکتی ہے تو ردالمحتار کی محولہ بالا عبارت کے مطابق اس کا نفقہ کسی دوسرے پر واجب نہ ہوگا۔ البتہ اگر اس کی محنت کی بار آوری اور نتیجہ خیزی حکومت کے کسی تعاون پر موقوف ہو تو حکومت کو اس میں دریغ نہیں کرنا چاہیئے۔

(۴) ایسی عورت کی کفالت کی تمام تر ذمہ داری حکومت پر ہے۔

شریعت نے بیت المال یعنی اسلامی مملکت کے خزانہ کی درج ذیل مدات میں ایسے ہی غریبوں کا حق رکھا ہے جو اپنے مصارف کی کفالت نہیں کر سکتے۔

(۱) الف - پایا ہوا مال جس کا کوئی مالک و دعویدار نہیں ہے۔ (ب) لاوارث میت کا ترکہ (ج) ایسے مقتول کی دیت جس کا کوئی ولی موجود نہ ہو۔

ان مدات کی رقم سے مذکورہ نوع کے فقیر کی جس کا کوئی ولی بھی نہیں ہے، ضروریات پوری کی جائیں گی۔ ان کو بطور وظیفہ اتنی رقم دی جائے گی جو ان کے لباس، خوراک، اور رہائش کی لازمی ضرورتوں کے لئے کفایت کر سکے۔ (درمختار و ردالمحتار ص ۲۸۲/۳)

مال غنیمت کے خمس (پانچواں حصہ) اور دفینوں اور کان سے نکلنے والی چیزوں مثلاً کوئلہ، پیتل، تانبہ، تیل وغیرہ کی آمدنی سے محتاج، یتیموں اور مساکین وغرباء اور مسافروں کی مدد کی جائے گی۔ (رد المحتار صـ۲۳۶ ج۳)

اور یہ صرف حکومت اسلامیہ کے ہی نہیں بلکہ ہر حکومت کے فرائض میں ہے کہ مملکت کے باشندوں کے لئے خوراک، گرمی و سردی میں کام آنے والے لباس، رہائش اور پانی کا بندوبست کرے۔ جو لوگ ان بنیادی ضروریات زندگی میں خود کفیل نہ ہوسکیں تو حکومت کا فرض ہے کہ ان کی کفالت کرے۔

حکومت کی غربا پروری

یہی وجہ ہے کہ ہمارے ملک میں بھی دو ایسے سرکاری نظام ہیں جو اسی مقصد کی تکمیل کے لئے قائم ہیں۔

(۱) لاوارث محتاجوں کی فلاح و بہبود کا ادارہ جو بڑے بڑے شہروں میں موجود ہے اور اس میں لاوارث محتاجوں کو بھرتی کرکے ان کے مناسب کام کی ٹریننگ دی جاتی ہے اور ٹریننگ کے دوران تمام اخراجات کی کفالت حکومت کرتی ہے۔

(۲) لاوارث بوڑھے غریب مردوں اور عورتوں کو ان کی درخواست پر حکومت وظیفہ دیتی ہے جو اس وقت غالباً تیس روپے ماہانہ ہے۔

حکومت سے اپیل

ہماری گذارش ہے کہ طلاق کے نتیجے میں اگر کوئی عورت غریب اور بے سہارا ہوجائے اسی طرح جو بیوہ کہ لاوارث ہو اور مفلوک الحال بھی ہو اس کا وظیفہ بھی مـ۲ کے حوالہ کے مطابق حکومت جاری کرے گی۔

جس کی صورت یہی ہوگی کہ حلقہ کا پٹواری درخواست پر اس بات کی تصدیق کرے گا کہ یہ مطلقہ ہے یا بیوہ ہے اور اس کا کوئی ولی اور کفیل نہیں ہے، اور خود بھی غریب اور مفلوک الحال ہے، اس مصدقہ درخواست پر ڈی ایم (حاکم علاقہ) بلا تاخیر وظیفہ کا حکم [illegible]

البتہ ہماری عرض یہ ہے کہ وظیفہ کی رقم اگر تیس روپے [illegible]

کے تناسب سے یہ نہایت قلیل ہے اس میں تو ایک آدمی اپنے کھانے کا بھی بندوبست نہیں کرسکتا چہ جائیکہ کپڑے اور رہائش کے انتظام میں اس رقم سے اس کی مدد ہوسکے، اس لئے وظیفہ کی رقم ایسی ضرور ہونی چاہیئے، جس سے ضروری اور ناگزیر حد میں خوراک، لباس اور رہائش کا انتظام کیا جاسکے۔ نیز اگر مذکورہ مطلقہ یا بیوہ کے ساتھ نابالغ بچے بھی ہیں تو پٹواری کی تصریح کے مطابق ان کا وظیفہ بھی دیا جانا ضروری ہوگا۔

امید ہے کہ اس صورت میں لاوارث مطلقہ عورتوں کے دکھ کا درماں بھی ہوجائے گا اور بے سہارا بیواؤں کو بھی سہارا مل جائے گا۔ اگرچہ ترمیم کے خواستگاروں نے بیوہ کے بارے میں آج تک کوئی لفظ ہمدردی کا نہیں بولا ہے۔

یہ وظیفہ مطلقہ کے لئے اختتام عدت کی تاریخ سے اور بیوہ کے لئے اس کے شوہر کی موت کے دن سے جاری ہوگا اور تاحیات یا تانکاح ثانی جاری رہے گا۔

اور اگر ان عورتوں کی رہائش کا کوئی انتظام نہیں ہے تو علاقہ میں جو بھی یتیم خانہ یا غرباء کی بہبود کا ادارہ قریب ہو اس سے حکومت سفارش کرے کہ وہ اپنے یہاں ان کی رہائش کا انتظام کرے، اور اس مد میں ان کو جزوی طور پر حکومت مدد بھی دے۔

ایک مفید نظام

اب اس میں ایک الجھن یہ ہوسکتی ہے کہ حکومت نکاح ثانی یا موت کا علم نہ ہونے کی صورت میں اجراء وظیفہ کو کیسے موقوف کرے گی۔ اس کے لئے میری رائے یہ ہے کہ

(۱) شہری علاقہ میں میونسپل بورڈ اور کارپوریشن میں اور دیہی علاقہ کے اندر پردھان کے پاس ایک ایسا رجسٹر ہوتا ہے جس میں پیدائش اور موت کا ریکارڈ محفوظ ہوتا ہے ایک طرف تو حکومت انکا [illegible] کی ہدایت کرے۔ دوسرے یہ کہ اس میں تاریخ نکاح اور طلاق اور شوہر [illegible] کی موت کے اندراج کے لئے قانون کا اضافہ کیا جائے۔ اسی طرح [illegible] ہونا ضروری قرار دیا جائے، اور عوام کو اس بات کا

پابند بنایا جائے کہ وہ لازمی طور پر بچوں کی پیدائش اور گھر میں کسی مرد یا عورت کی موت اور کسی لڑکے اور لڑکی کی شادی کی خبر تین دن کے اندر اندر میونسپل بورڈ یا کارپوریشن یا پردھان کے یہاں اور علاقہ کے پٹواری کے پاس لازمی طور پر پہونچا دیں۔ خبر نہ دینا قابل مواخذہ جرم ہوگا۔

(۲) میونسپل بورڈ اور کارپوریشن، نیز پردھان کے پاس رہنے والے رجسٹر کا تعلق جس محکمہ سے ہو اس کو ہدایت ہو کہ کسی کی موت اور طلاق کی اطلاع پر ذمہ دار محکمہ کے توسط سے ڈی ایم کو اطلاع دے کہ

(الف) بصورت طلاق عورت کی عمر یہ ہے اور اس کے اولیاء اور رشتہ داروں میں فلاں فلاں ہیں یا کوئی بھی نہیں ہے اور اس عورت کے اتنے بچے ہیں۔ فلاں تاریخ کو طلاق ہوئی ہے۔

(ب) شوہر کی موت کی صورت میں، بیوہ کی عمر یہ ہے، اس کے اولیاء اور رشتہ داروں میں فلاں فلاں ہیں یا کوئی بھی نہیں ہے، اتنے بچے ساتھ ہیں، جن کی عمریں یہ ہیں۔ فلاں تاریخ کو شوہر فوت ہوا ہے۔

اسی طرح کی رپورٹ پٹواری کی طرف سے بھی جانی ضروری ہے۔ البتہ اس میں بیوہ اور مطلقہ کی اور اس کے اولیاء اور سب سے قریب رشتہ دار کی مالی حیثیت کا، اور ان عورتوں کے پاس رہائش کا انتظام ہے یا نہیں اس کا اندراج مزید کرنا ہوگا۔ ان ہر دو رپورٹوں کے مطابق حسب تفصیل بالا اگر مطلقہ یا بیوہ وظیفہ کی مستحق قرار پائے تو ڈی ایم صاحب بلا تاخیر وظیفہ منظور کرکے میونسپل بورڈ، کارپوریشن یا پردھان اور پٹواری کو اس کی نقول بھجوا دیں تاکہ وہ اپنے رجسٹروں میں بھی اجراء وظیفہ اور تاریخ اجراء کا اندراج کرلیں اور مطلقہ اور بیوہ کو بھی خبر کردیں تاکہ وہ اپنا وظیفہ لینا شروع کردے ——— چونکہ وظیفہ کا اجراء حکومت کی اپنی ذمہ داری ہے، اس لئے اسے مطلقہ یا بیوہ کی درخواست کا انتظار کئے بغیر اس کی منظوری مذکورہ رپورٹوں کے مطابق کردی جائے گی۔

پھر ان صورتوں میں کسی کے نکاح ثانی یا موت کی صورتوں میں بھی ہر دو مذکورہ جگہوں سے رپورٹ ڈی۔ ایم صاحب کو موصول ہونے پر وظیفہ موقوف کر دیا جائے گا۔

اس نظام کے کئی فوائد ہوں گے۔

(۱) سرکاری ملازم پٹواری (یا جو اس جیسا کارکن ہو) اور نیم سرکاری ادارہ میونسپل بورڈ، کارپوریشن اور پردھان کی رپورٹوں کے مطابقت اور یکسانیت کی صورت میں خلاف واقعہ فیصلہ نہ ہو سکے گا۔

(۲) اگر نکاح ثانی کی خبر عورتوں یا ان کے قریبی لوگوں کی طرف سے نہ موصول ہو سکے تو شوہر اور اس کے قریبی رشتہ داروں کی طرف سے موصول ہوگی۔ بہرحال اس صورت میں حکومت کی بے خبری کا امکان کم سے کم ہو جاتا ہے۔

(۳) اگر حکومت کسی وقت یتیم بچوں کی امداد و تربیت کے لئے بھی کوئی نظام بنانا چاہے تو اس طریق کار سے اس میں بھی کافی مدد ملے گی۔

اور پھر یہ نظام روبہ عمل آجانے کے بعد دنیا میں حکومت کی نیکنامی اور اندرون ملک ہر دلعزیزی کا باعث ہوگا۔

امید ہے کہ حکومت اس پر سنجیدگی سے غور کرے گی۔

گذارش

خریداری برہان یا ندوۃ المصنفین کی ممبری کے سلسلے میں خط و کتابت کرتے وقت یا منی آرڈر کوپن پر برہان کی چٹ نمبر کا حوالہ دینا نہ بھولیں تاکہ تعمیل ارشاد میں تاخیر نہ ہو۔

اس وقت بے حد دشواری ہوتی ہے جب آپ ایسے موقع پر صرف نام لکھنے پر اکتفا کر لیتے ہیں۔

(منیجر)